اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:165)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبّت اور ذاتی عداوت:۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:165)

''اور ایمان والوں کو اللہ رب العزت سے شدید محبّت ہوتی ہے۔''

اللہ رب العزت نے انسانوں کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا۔ان انسانوں کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی نظر میں دوطرح سے ہے۔

هُوَالَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (التغابن:2)

''وہ ذات جس نے تمہیں پیدا کیا،تم میں سے کچھ ماننے والے اور کچھ نہ ماننے والے ہیں۔''

جو ایمان لے آئے، اللہ رب العزت کو ان سے ذاتی محبّت ہوتی ہے اور جنھوں نے کفر کیا، اللہ رب العزت کو ان سے ذاتی عداوت ہوتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ اللہ رب العزت کو ایمان والوں کے ساتھ ذاتی محبّت ہے، کفر اور کافروں سے ساتھ ذاتی عداوت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ تم کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو، ورنہ ہم تمہارا حشر بھی انہی کے ساتھ کر دیں گے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

”جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اسی میں سے ہوتا ہے“

کافروں کی مشابہت پر پکڑ:

انڈیا میں ایک بڑی عمر کے آدمی تھے۔وہ فوت ہو گئے۔کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: جی! آگے کیا بنا؟ کہنے لگے: میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔اس نے پوچھا: وجہ کیا بنی؟ کہنے لگے: ایک مرتبہ ہندوؤں کی ہولی کا دن تھا اور وہ ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے پھر رہے تھے۔میں اپنے گھر سے کسی دوسری جگہ پر جا رہا تھا۔راستے میں مجھے پان کھاتے ہوئے تھوک پھینکنے کی ضرورت محسوس ہوئی،اس وقت مجھے اپنے سامنے ایک گدھا نظر آیا،میری طبیعت میں کچھ ایسی بات پیدا ہوئی کہ میں نے یہ کہہ دیا: ارے گدھے! تجھے کسی نے نہیں رنگا، آمیں تجھے رنگ دیتا ہوں۔یہ کہہ کر میں نے اپنی پان والی تھوک گدھے پر پھینک دی۔اللہ تعالیٰ نے میرے اس عمل کر پکڑ لیا کہ تم نے کافروں کے عمل کے ساتھ مشابہت اختیار کی،چنانچہ اس وجہ سے میری قبر کو جہنّم کا گڑھا بنا دیا گیا۔

ایمان والوں سے اللہ کی ذاتی محبّت کی دلیل:

کسی نے حضرت بایزید بسطامیؒ رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت! اللہ رب العزت کو ایمان والوں سے ذاتی محبّت ہے،اس کی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے فرمایا:

”محبّت کی پہنچان یہ ہوتی ہے کہ محبّ اپنے محبوب کو جتنا بھی دے دے،وہ اسے تھوڑا سمجھے اور محبوب اسے اگر تھوڑا سا بھی کچھ دے تو اسے بہت زیادہ سمجھے۔“

اس نے کہا: جی! بات تو اصولی ہے۔پھر حضرتؒ نے فرمایا: کہ قرآن مجید پر نظر ڈالو،اللہ رب العزت نے انسان کو کتنی نعمتیں عطا کیں کہ اگر ہم ان کو گننا بھی چاہیں تو ہم گن بھی نہیں سکتے۔اتنی ان گنت نعمتیں دینے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (النسآء:77)

’’آپ فرما دیجیے، دنیا کی متاع تھوڑی سی ہے۔‘‘

اور جب اس کے بدلے میں مومن نے اللہ رب العزت کو یاد کیا، حالانکہ مومن کی زندگی بھی محدود اور اس کا عمل بھی محدود، لیکن چونکہ محبّت تھی، اس لیے مومن کا اللہ کو یاد کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ فرمایا:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ (الاحزاب:35)

’’اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ لاتعداد نعمتیں دے کر بھی ان کو قلیل کہا اور اپنے محبوب بندے کے تھوڑے ذکر کو بھی کثیر کہا، یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبّت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ:257)

اللہ دوست ہے ایمان والوں کا۔

حق تو یہ بنتا تھا کہ یوں کہہ دیا جاتا کہ ایمان والوں نے کلمہ پڑھا اور اب یہ اللہ تعالیٰ کے دوست بن گئے۔ مگر نہیں، محبّت کی نسبت اپنی طرف پسند فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کتنی محبت ہے؟ اب اس محبّت کے جواب میں ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت سے محبت کریں۔ ہمارے اندر بھی محبت الٰہی کی گرمی اور شدت محسوس ہونی چاہیے۔

وجوہاتِ محبّت:

علماء نے لکھا ہے کہ محبّت کرنے کی چند وجوہات ہوتی ہیں۔ ذرا ان کا جائزہ لیتے ہیں:

(ا) حسن و جمال:

انسان کو کسی چیز کی خوب صورتی دیکھ کر اس سے محبّت ہوتی ہے۔ چاہے

......شخصیت خوب صورت ہو

......عمارت خوب صورت ہو

......لباس خوب صورت ہو

......کوئی منظر خوب صورت ہو

جس چیز میں بھی جمال ہو گا انسان کا دل خود بخود اس کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔ اللہ رب العزت کے جمال کا ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ حدیث قدسی میں فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّ يُحِبُّ الْجَمَال

''اللہ رب العزت خوب صورت ہیں اور خوب صورتی کو پسند فرماتے ہیں۔''

سوچنے کی بات ہے کہ جس ذات نے خوب صورتی کو پیدا کر دیا اس کے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہو گا؟

جنت کا تذکرہ کرتے ہوئے علما نے ایک عجیب بات لکھی: کہ جنتی جب جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں کے خدام......حور و غلمان......کے حسن و جمال کو دیکھیں گے تو مبہوت رہ جائیں گے اور ستر سال تک ٹکٹکی باندھ کر ان کو دیکھتے رہ جائیں گے۔ اور جب وہاں زندگی گزارنا شروع کر دیں گے تو ایک

وقت ایسا آئے گا جب اللہ رب العزت جنتیوں کو اپنا دیدار کروائیں گے۔
حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ دیدار ایسے ہی ہوگا جیسے لوگ چاند کو دیکھتے ہیں۔ کسی کو دیکھنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ دیدار

بے جہت ہوگا

بے کیف ہوگا

بے شبہ ہوگا

بے مثال ہوگا

لیکن جب اللہ رب العزت کا دیدار ہوگا تو اس وقت نور کی بارش ہوگی اور اس نور کی بارش کی وجہ سے ایمان والوں کے سراپا پر نور کی تہہ چڑھ جائے گی۔ جب آندھی کے وقت انسان باہر کھڑا ہو تو اس کے جسم اور کپڑوں پر مٹی کی تہہ چڑھ جاتی ہے۔ اللہ رب العزت کا جب دیدار نصیب ہوگا تو نور کی ایسی بارش ہو گی کہ ایمان والوں کے سراپا پر نور کی ایسی تہہ آجائے گی جس کی وجہ سے ان جنتیوں کے حسن و جمال میں اتنا اضافہ ہو جائے گا کہ جب یہ لوٹ کر گھروں میں آئیں گے تو حوریں اور غلمان ان کے حسن و جمال کو ستر سال تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہ جائیں گے۔......اب دیکھیے! اللہ رب العزت کے حسن و جمال کو دیکھنے والوں کا اپنا حسن و جمال جب اتنا ہو جائے گا تو اللہ رب العزت کے حسن و جمال کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں؟ اس لیے اس دنیا میں

جتنا اللہ رب العزت کو چاہا گیا

جتنا اللہ رب العزت سے محبّت کی گئی

جتنا اللہ رب العزت کو تنہائیوں میں یاد کیا گیا

جتنا اس کے لیے اس کے بندے اداس ہوئے

جتنا اس کے سامنے پیشانیاں ٹیکی گئیں

جتنا اس کے سامنے دامن پھیلائے گئے

جتنا اس کے سامنے دل کے راز کھولے گئے

جتنا اللہ کے نام پر اپنی جانوں کو قربان کیا گیا

کائنات میں کوئی دوسری ہستی ایسی موجود نہیں ہے۔ یہ اللہ رب العزت ہی کی شان ہے۔

ہم ہوئے ، تم ہوئے کہ میر ہوئے اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

سب اللہ رب العزت کو چاہنے والے ہیں۔......اگر حسن و جمال کے نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو اللہ رب العزت اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اس کے بندے سب سے زیادہ محبّت اسی کے ساتھ کریں۔

(۲) فضل وکمال:

محبّت کرنے کی دوسری وجہ کسی کا کمال ہے۔ اگر کوئی بندہ کسی میدان میں کامل ہو تو دنیا اس سے محبّت کرتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کرکٹ کھیلنے والے چھوٹے چھوٹے بچے، بڑے بڑے کھلاڑیوں کے نام یاد کیے پھرتے ہیں، انہوں نے ان کو دیکھا نہیں ہوتا، فقط سنا ہوتا ہے، سن سنا کر ان کو کھلاڑیوں کے ساتھ ایسی محبّت ہوتی ہے کہ ان کے ناموں کے قمیص پہنے پھرتے ہیں۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان کے کمال کی وجہ سے۔

اسی طرح ہم نے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا

لیکن ہم نے ان کے فضل وکمال کی داستانیں سنی ہیں۔ہم ان کے ساتھ بن دیکھے اتنی محبّت کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے سگے ماں باپ سے بھی زیادہ ان ہستیوں کے ساتھ محبّت ہے۔تو معلوم ہوا کہ انسان کسی کے کمال کی وجہ سے بھی اس سے محبّت کیا کرتا ہے۔

اللہ رب العزت کے کمال کے بارے میں کیا کہنا!۔اس ذات کے بارے میں نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً اِلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

”اے اللہ! میں آپ کی تعریفوں کا احاطہ نہیں کرسکتا، آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپ نے اپنی تعریفیں خود آپ بیان فرمائی ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریفیں کیسے بیان فرمائیں؟ قرآن مجید کی طرف رجوع کیجیے! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکھف:109)

اے میرے محبوب! آپ فرما دیجیے: کہ اگر ساری دنیا کے سمندروں کا پانی سیاہی بن جاتا، اور اس سیاہی سے تیرے رب کی تعریفیں لکھنی شروع کی جاتیں، تو ایک وقت آتا کہ یہ سیاہی تو ختم ہو جاتی، مگر تیرے رب کی تعریفیں ختم نہ ہوتیں۔

ایک دوسرے مقام پر اس سے ذرا آگے بڑھ کے بات کی۔ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمن:27)

(اے میرے محبوب) آپ فرما دیجیے: اگر ساری دنیا کے سمندروں کا جتنا پانی ہے اتنے سات سمندر اور ہوتے اور جتنا ساری دنیا کے درخت ہیں ان کی قلمیں بنا دی جاتیں، پھر ان قلموں سے اور اس سیاہی سے تیرے رب کی تعریفیں لکھنی شروع کر دی جاتیں، تو ایک وقت آتا کہ یہ قلمیں ٹوٹ جاتیں اور یہ سیاہی ختم ہو جاتی، لیکن تیرے رب کی تعریفیں کبھی ختم نہ ہوتیں۔

ایسے پروردگار کے کمالات کوئی کیا حصار کر سکتا ہے؟ اگر اس نکتہ نظر سے بھی دیکھا جائے تو دل گواہی دیتا ہے کہ اگر محبّت کرنی بھی ہو تو کس سے کی جائے؟ اللہ رب العزت سے کی جائے۔وہی اس بات کا زیادہ حق دار ہے۔

(۳) مال ومنال:

محبّت کرنے کی تیسری وجہ کسی کا مال ومنال ہوتا ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی امیر آدمی اگر کسی کو اپنا ایڈریس کارڈ دے دے تو وہ جیب میں تعویذ کی طرح لیے پھرتا ہے اور لوگوں کو دکھاتا پھرتا ہے کہ جی! میرا فلاں رشتہ دار وزیر ہے، اور فلاں رشتہ دار امیر ہے۔لوگ ان کے مال ومنال کی وجہ سے ان سے ساتھ رشتہ داریوں پر ناز کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کے مال ومنال کے بارے میں کیا کہنا! جس نے خود ارشاد فرما دیا:

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (المنفقون:7)

''اور آسمان اور زمین کے سب خزانے اللہ رب العزت کے لیے ہیں۔''

ایک دوسری جگہ پر فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر: 21)

اور جو کوئی بھی چیز ہے، اس کے ہمارے پاس خزانے ہیں، اور ہم ایک معلوم اندازے کے مطابق اسے اتارتے ہیں۔

تو اللہ رب العزت کے خزانے بھی بے انتہا ہیں۔ اگر اس نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو بھی دل فیصلہ کرتا ہے کہ اگر انسان محبّت کرنا بھی چاہے تو کس سے کرے؟ اللہ رب العزت سے کرے۔

(۴) احسان:

محبّت کرنے کی چوتھی اور آخری وجہ کسی کا احسان ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ انسان اپنے محسن سے فطری طور پر محبّت کرتا ہے۔...... انسان تو پھر بھی انسان ہے، جانور بھی اپنے محسن کے ساتھ محبّت کرتے ہیں...... عربی کا مقولہ ہے:

جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ اِلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا

''اللہ تعالیٰ نے دلوں کی فطرت ہی ایسی بنا دی کہ جو ان پر احسان کرے، یہ ان سے محبّت کرتے ہیں۔''

اسی لیے کہا گیا:

اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ

''انسان تو احسان کا بندہ ہوتا ہے۔''

اب ہم ذرا سوچیں کہ ہم پر اللہ رب العزت کے کتنے احسانات ہیں۔ ہم تو یقیناً ان احسانات کا شمار بھی

نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے، یہ ہمارا اپنا نہیں، یہ ہمارے مالک کا کرم ہے اور مالک کا احسان ہے۔

محترم جماعت! اگر اللہ رب العزت ہمیں

بینائی نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے

گویائی نہ دیتے تو ہم گونگے ہوتے

دماغ نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے

صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے

ہاتھ پاؤں نہ دیتے تو ہم لولے لنگڑے ہوتے

عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے

اولاد نہ دیتے تو لا ولد ہوتے

معلوم ہوا کہ ہم جتنی عزتوں بھری زندگی گزارتے ہیں یہ سب کا سب اس مالک کا کرم اور احسان ہی تو ہے۔

احساناتِ خداوندی کی ایک مثال:

ہم تو اپنے پروردگار کے احسانات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان احسانات کا اندازہ اس بات سے لگا لیجیے کہ انسان کے دماغ سے اس کے پورے جسم کے اندر جو پیغامات جاتے ہیں اس کے لیے وائرنگ کی گئی ہے۔ اس وائرنگ کو اتنی خوبی کے ساتھ کیا گیا کہ ہر تار، دوسری تار سے جدا ہے۔ انگلش میں اسے Nerve کہتے ہیں۔ جب بجلی کی تاریں اکٹھی جا رہی ہوں تو ایک تار، دوسری تار سے جدا (انسولیٹ) کی ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ نرو بھی ایک دوسرے سے انسولیٹیڈ ہیں، لیکن یہ اتنی لمبی وائرنگ کی گئی ہے کہ

سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے اگر ایک انسان کی نروز کو نکالا جائے اور ہر نرو کو علیحدہ کر کے دوسرے نرو کے ساتھ گرہ باندھی جائے تو یہ سلسلہ اتنا لمبا بن جائے گا کہ پوری زمین کے گرد دو مرتبہ چکر لگ سکے گا۔اتنی وائرنگ ایک بندے کے اندر استعمال کی گئی ہے۔اگر ان سب تاروں میں سے کسی ایک تار میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو انسان کو کوئی نہ کوئی عضو کام کرنا چھوڑ جائے۔یہ اللہ رب العزت کا کتنا بڑا کرم ہے کہ ہماری سب نروز ٹھیک کام کر رہی ہیں۔ہم تو ساری زندگی سجدے میں پڑے رہیں تو ہم اپنے مالک کا احسان نہیں چکا سکتے۔تو معلوم ہوا کہ اگر اس نکتہء نظر سے بھی جائزہ لیا جائے تو دل سے یہ آواز نکلتی ہے کہ اے بندے! تجھے چاہیے کہ تو اپنے مالک کے ساتھ سچی محبّت کر لے۔

محبّت الٰہی کا غلبہ مطلوب ہے:

یہی بات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ:165)

اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبّت ہوتی ہے۔

یہ جو''شدید'' کا لفظ ہے، یہ ہمیں کچھ بتا رہا ہے۔یہ نہیں کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے محبّت ہوتی ہے۔نہیں، محبّت تو انسان کے دل میں بہت چیزوں کی ہوتی ہے۔......دیکھیں! مال سے محبّت ہونا، اولاد سے محبّت ہونا، ماں باپ سے محبت ہونا، پیر استاد سے محبّت ہونا، یہ ایک قدرتی سی چیز ہے......اللہ تعالیٰ نے ان محبّتوں سے منع نہیں کیا، ان کی اَحبِّیت (زیادہ محبّت) سے منع فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ

مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ:24)

معلوم ہوا کہ اگر ان تمام چیزوں کی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبّت سے زیادہ ہوگی تو اللہ رب العزت کی طرف سے ہمارے اوپر پکڑ آئے گی، اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت ہر چیز کے اوپر غالب ہونی چاہیے۔ یعنی یہ محبّتیں رہیں، لیکن جب اللہ کی طرف جانے کا وقت آئے تو انسان ان محبّتوں پر پاؤں رکھ کر آگے نکل جائے۔ اگر یہ محبّتیں اللہ کے راستے میں رکاوٹ بننے لگ جائیں تو اے مومن! ان محبّتوں کو ٹھوکر لگا! اور اپنے پروردگار کے راستے پر قدم بڑھاتا چلا جا!۔

جب کوئی بندہ اللہ رب العزت سے شدید محبّت کرتا ہے تو ایسے بندے سے اللہ تعالیٰ بہت پیار کرتے ہیں......سبحان اللہ!!!......اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے چاہنے والے بھی کیسے کیسے گزرے! ان کے واقعات پڑھ کر بڑی حیرانگی ہوتی ہے۔

محبوب کے نام کے دام لگانے والے:

سیدنا ابراہیمؑ ایک مرتبہ بکریاں چراتے ہوئے جا رہے تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ان کے قریب سے گزرا اور گزرتے ہوئے اس نے کہا:

سُبْحٰنَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحٰنَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ

جب اس نے ایسے پیارے انداز سے اللہ رب العزت کی تعریف کی تو حضرت ابراہیمؑ کا دل مچل اٹھا اور وہیں رک گئے۔ فرمایا: اے بھائی! جو کچھ کہا ہے، ذرا ایک مرتبہ پھر کہہ دے۔ اس نے کہا: جی! اس کے بدلے میں کیا دیں گے؟ فرمایا: میرا یہ بکریوں کا آدھا ریوڑ آپ کے حوالے۔ چنانچہ اس نے پھر ایک

مرتبہ کہہ دیا۔اب بجائے جذبات ٹھنڈے ہونے کے،محبّت کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ دل نے چاہا، پھر سنوں۔ چنانچہ کہا: اے بھائی! ایک مرتبہ پھر کہہ دے۔اس نے پوچھا: جی! اب کیا دیں گے؟ فرمایا: بقیہ آدھا ریوڑ بھی آپ کے حوالے کر دوں گا۔اس نے پھر یہ الفاظ کہہ دیے۔حضرت ابراہیمؑ کے کانوں میں اور بھی زیادہ رس گھل گیا اور دل مچل اٹھا۔اور فرمایا: اے بھائی! ایک مرتبہ یہ الفاظ پھر کہہ دے۔اس نے کہا: اب تو آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ، ہوتی رہے ثنا تیرے حسن و جمال کی،اس نے کہا: اس کے بدلے میں کیا دو گے؟ فرمایا: میرے پاس بکریاں تو نہیں، وہ تو میں آپ کے حوالے کر چکا ہوں،مگر آپ کو بکریاں چرانے والے کی ضرورت ہوگی، اے دوست! میں تیری بکریاں چرایا کروں گا،تو ایک مرتبہ یہ الفاظ پھر کہہ دے۔اس نے کہا: اے ابراہیم خلیل اللہ! آپ کو مبارک ہو، میں تو اللہ رب العزت کا فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ میرے خلیل کے پاس،اس کے سامنے میرا نام لو اور دیکھو وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے۔معلوم ہوا کہ جن کو اللہ رب العزت سے محبّت ہوتی ہے وہ یوں اس کے نام پر قربان ہوئے جاتے ہیں، وہ اپنی جانیں بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا:

دو تابعی تھے،ان کو ایک مرتبہ ایک عیسائی بادشاہ نے گرفتار کر لیا اور ان سے کہا کہ ہمارے دین کو قبول کر لو، ورنہ ہم آپ کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیں گے۔انہوں نے کہا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ (طٰہٰ:72) ”کر لے جو تو کرنا چاہتا ہے“۔چنانچہ اس نے ان میں سے ایک کو تیل میں ڈال دیا۔جب ایک کو تیل میں ڈالا تو دوسرے کی طرف دیکھا۔ان کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے۔بادشاہ یہ سمجھا کہ یہ

خوف زدہ ہو گیا

ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا: اچھا! اگر آپ میری بات مان لیں تو میں آپ کو تیل میں نہیں ڈالوں گا۔ وہ کہنے لگے: او عقل کے اندھے! کیا تو یہ سوچ رہا ہے کہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ تو مجھے جلتے ہوئے تیل میں ڈال دے گا۔ اس نے کہا: تو اور کیا؟ کہنے لگے: نہیں، مجھے تو ایک خیال آ گیا تھا جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ نے کہا: پھر بتاؤ! کون سا خیال آیا؟ کہنے لگے: میں اپنے آپ سے کہہ رہا تھا کہ تیری تو ایک ہی جان ہے، تجھے جب ایک مرتبہ تیل میں ڈالا جائے گا تو تیری جان تو نکل جائے گی، اے کاش! تیرے جسم پر جتنے بال ہیں تیری اتنی جانیں ہوتیں، تجھے اتنی مرتبہ تیل میں ڈالا جاتا اور تو اتنی جانوں کا نذرانہ رب کے حوالے کر جاتا۔ یہ ہوتی ہے محبّت، کہ جان دی اللہ رب العزت کے نام پر، اور پھر یہ کہا:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان بھی رب کے نام پر قربان کرتے ہیں اور احسان بھی اللہ تعالیٰ کا مانتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کا یہ احسان ہے کہ آپ نے ہم سے یہ نذرانہ قبول فرما لیا ہے۔ یہ محبّت کی باتیں!

محبتِ الٰہی کا ایک انوکھا انداز:

جب بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت ہو تو وہ اعمال بھی بنا سنوار کے کرتا ہے تاکہ اللہ رب العزت کے حضور ایسا عمل پہنچے کہ پروردگار کی رضا حاصل ہو جائے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ j ایک مرتبہ درہم و دینار کو بیٹھی دھو رہی تھیں۔ نبی علیہ السّلام نے دیکھ کر فرمایا: عائشہ! تم درہم کو بیٹھی دھو رہی ہو؟ عرض کیا: اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں نے آپ ہی کی زبانی سنا کہ جب کوئی بندہ اللہ کے راستے میں درہم و دینار دیتا ہے، کسی فقیر کو، تو وہ درہم اس فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ رب العزت کے ہاتھ میں پہنچ جاتے

ہیں۔جب میں نے یہ بات سنی، میں اس وقت سے درہم و دینار کو دھو کر پاک صاف کر کے دیتی ہوں تا کہ پاک مال میرے پروردگار کے ہاتھوں میں جائے۔

اعمال کی گفٹ پیکنگ کیسے؟

آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ جب اپنے بچے کی کہیں منگنی کریں تو وہاں اگر پھل کی ٹوکری بھی بھیجنی ہوتو اس کی گفٹ پیکنگ کروا کر بھیجتے ہیں، حالانکہ اس کے اندر پھل ہوتے ہیں، مگر اس کو بھی محبّت کے اظہار کی خاطر خوب صورت بنا کے بھیجتے ہیں کہ جی یہ ان کے ہاں جائے گا تو وہ اس کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔جس طرح آج دنیا میں لوگ محبّت کے اظہار کے لیے اپنے تحفے کو خوبصورت چیزوں میں لپیٹ کر بھیجتے ہیں، بالکل اسی طرح مومن بھی اللہ رب العزت کی محبّت کی وجہ سے اپنے عملوں کو محبّت میں لپیٹ کر اپنے اللہ کے حضور بھیج رہے ہوتے ہیں۔وہ بھی اپنی نمازوں کی گفٹ پیکنگ کرتے ہیں کہ میری نماز بھی اللہ کے حضور پیش ہونی ہے۔وہ بنا سنوار کے عمل کرتے ہیں اور پھر دل میں کہتے ہیں:

میری قسمت سے الٰہی ! پائیں یہ رنگ قبول　　پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

وہ نیک عملوں کو بنا سنوار کر بھی کر رہے ہوتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لیے ہر وقت ڈر رہے ہوتے ہیں اور اللہ رب العزت سے ان کی قبولیت مانگتے رہتے ہیں۔

عشق والوں کی نمازیں:

پھر انسان نماز پڑھتا ہے تو اس کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے۔یہی فرق ہے ایک عام بندے کی نماز میں اور اولیاء اللہ کی نماز میں۔رکعتوں کے حساب سے تو دونوں کی نماز ایک جیسی ہوتی ہے، ارکان کے حساب سے ایک جیسی، الفاظ بھی ایک جیسے، مگر اس نماز کی کیفیت میں فرق ہوتا ہے۔جب اللہ والے نماز پڑھتے ہیں تو وہ دنیا سے کٹ چکے ہوتے ہیں۔وہ اللہ رب العزت کی محبّت میں ڈوب کر نماز پڑھ رہے ہوتے

ہیں۔ان کی نماز کیسی ہوتی ہے؟

☆حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ نے ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا......اس وقت اٹھتی جوانی تھی،ابھی پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔فرمانے لگے:

''اشرف علی!جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اللہ رب العزت نے میرے رخسار کا بوسہ لے لیا ہو۔''سبحان اللہ!

☆حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہؒ لمبا سجدہ کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایک شاگرد نے پوچھ لیا:حضرت!آپ اتنا لمبا سجدہ کرتے ہیں؟فرمایا:

''جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں نے اللہ رب العزت کے قدموں میں سر رکھ دیا ہے،اب میرا سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔''اللہ اکبر!

کاش!ہمیں بھی کوئی ایسا سجدہ نصیب ہو جاتا۔......ان کی نمازیں ایسی ہوتی ہیں۔اور ایک ہم نمازیں پڑھتے ہیں،اجر وثواب کی نیت سے۔تبھی تو کہنا پڑتا ہے نا،اشراق پڑھ لو،ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا،مگر اللہ والے ثواب کی وجہ سے نہیں پڑھ رہے ہوتے وہ تو''سواد''کی وجہ سے پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ان کو تو مزا بھی آرہا ہوتا ہے اور بندگی بھی ہو رہی ہوتی ہے۔سمجھے!......ان کی تو کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے ہم ثواب و عذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے عشق والے حساب کیا جانیں

عشق والوں کو کیا پتہ کہ حساب وکتاب کیا ہوتا ہے؟وہ تو اللہ کی محبّت میں سجدے کر رہے ہوتے ہیں۔

☆حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ایک عجیب بات کہی،فرمایا کہ اگر قیامت کے دن اللہ رب

العزت کی میرے اوپر مہربانی ہوگئی تو میں یوں عرض کردوں گا:

’’اللہ! نہ حور چاہیے، نہ قصور چاہیے، مجھے تو آپ کے عرش کے نیچے مصلّے کی جگہ چاہیے۔‘‘

کتنا مزا آتا ہوگا!

☆ شیخ عبدالواحدؒ کے ایک مرید بات کر رہے تھے کہ جنت میں نماز نہیں ہوگی۔ یہ سن کر حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پوچھا: حضرت! آپ روکیوں رہے ہیں؟ فرمانے لگے: کیا جنت میں نماز نہیں ہوگی؟ اس نے کہا: حضرت! جنت میں تو نماز نہیں ہوگی۔ فرمانے لگے:

’’اگر جنت میں نماز نہیں ہوگی تو جنت میں جانے کا مزا ہی کیا آئے گا؟‘‘

اللہ والوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ ان کے عمل ایسے ہوتے ہیں۔

شب زندہ دار لوگ:

لہٰذا رات کے آخری پہر میں وہ اس محبّت کو نبھانے کے لیے اپنے اللہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کتنے ہی تھکے ہوئے کیوں نہ ہوں، رات کے آخری پہر میں ان کے بستر ان کو اچھال دیتے ہیں۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (السجدہ:16)

’’ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں‘‘

وہ رات کے اس وقت میں سو نہیں سکتے

اٹھ فریدا ستیا تے جھاڑو دے مسیت توں ستا تیرا رب جاگدا تیری ڈاہڈے نال پریت

اس وقت بڑے سے نظریں لگی ہوتی ہیں، اس لیے اس وقت میں ان کو نیند نہیں آتی۔ وہ اس وقت میں اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں، اس لیے کہنے والے نے کہا: ؎

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں
تاروں سے پوچھ لو میری رودادِ زندگی راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

وہ لوگ شب زندہ دار ہوتے ہیں۔

رُھْبَانٌ بِالَّیْلِ وَ فُرْسَانٌ بِالنَّھَار

''رات کے راھب اور دن کے مجاہد۔''

علما نے اس کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ عبادت، مبتدی کے حق میں دوا کی مانند ہے اور منتہی کے حق میں غذا کی مانند ہے۔ بچوں اور عورتوں کو دیکھو۔ ان کے لیے دوا پینا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ کھانسی کا شربت پینے کے لیے بچے منہ بناتے ہیں اور کہتے ہیں، جی! پیا نہیں جاتا۔ ان کو گولیاں کھانی پڑیں تو کہتے ہیں، جی! ہم سے نہیں کھائی جاتیں۔ اور اگر ان سے کہو کہ یہ آئس کریم کھاؤ، تو وہ کہیں گے ایک اور بھی لاؤ۔ یعنی دوا کھانی مشکل اور غذا کھانی آسان۔

اگر ایک ماں سارا دن کام کر کے تھکی ہوئی ہے اور عشاء کی نماز پڑھ کے کہتی ہے: اب مجھے کوئی بھی نہ جگائے، نہ کوئی ڈسٹرب کرے، میں تو سو رہی ہوں، بہت زیادہ تھک گئی ہوں، اور وہ سو جائے۔ ابھی اسے سوئے ہوئے دس منٹ ہو گزرے ہوں کہ اتنے میں اس کا ایک جوان بیٹا جو پردیس میں گیا ہوا تھا، وہ اچانک گھر آجائے تو جیسے ہی وہ اس کی آواز سنتی ہے، ماں اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اب اس کو پیار بھی کر

رہی ہے،اس کے پاس بھی بیٹھی ہوتی ہے، باتیں کر رہی ہے، ہشاش بشاش نظر آ رہی ہے۔اب بیٹی پوچھتی ہے: امی! آپ تو کہہ رہیں تھیں کہ میں تھکی ہوئی ہوں، مجھے کوئی نہ جگائے،اب آپ کی نیند کا کیا بنا؟ کہے گی: بیٹی! یہ میرا بیٹا آیا ہے، بس اس کی آواز سن کر میری تو نیند ہی غائب ہوگئی۔

جس طرح بیٹے سے گفتگو کر کے ماں کی نیند غائب ہو جاتی ہے اسی طرح رات کو اللہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کر کے بندے کی نیند غائب ہو جاتی ہے،ان کو نیند نہیں ستاتی، بلکہ انہیں تو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔یہی وجہ تھی کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے ایک مرتبہ دو رکعت کی نیت باندھی،سردی کی لمبی رات تھی۔جب سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو دیکھا کہ تہجّد کا وقت ختم ہو کر صبح صادق کا وقت قریب ہو رہا ہے۔اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دعا مانگی: اللہ! میں نے تو دو رکعت کی نیت باندھی تھی، تیری راتیں بھی کتنی چھوٹی ہیں کہ میری دو رکعت میں ہی تیری رات ختم ہوگئی۔ان کو تو راتوں کے چھوٹے ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا۔کس لیے؟ اس لیے کہ ان کو اللہ رب العزت سے محبّت تھی۔ان کے دلوں میں اللہ رب العزت کا دھیان رہتا تھا۔اس لیے امام رازیؒ رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے۔فرماتے تھے:

”اے اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔“

ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم:

حضرت خواجہ مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے،ان کو ایک نوجوان ملا۔اس نے کہا: حضرت! سنائیے، کیا حال ہے؟ حضرت کی انہی دنوں پنشن ہوئی تھی، ملازمت سے چھٹی ہوئی تھی۔حضرت نے شعر میں جواب دیا۔فرمایا:

پینشن ہو گئی ہے ، کیا بات ہے اپنی　　اب دن بھی ہے اپنا اور رات بھی ہے اپنی
اب اور ہی کچھ ہے مرے دن رات کا عالم　　ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

اس کو کہتے ہیں توجہ الی اللّٰہ، انابت الی اللّٰہ، رجوع الی اللّٰہ۔اس کا دوسرا نام ہے ذکر اللّٰہ۔اور یہی کیفیت ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ہر وقت ہی اللّٰہ رب العزت کی ذات کا استحضار نصیب ہو جائے۔پھر عبادت کا کچھ اور مزا ہو گا اور اعمال کی کیفیت کچھ اور ہو گی۔

اللّٰہ سے اللّٰہ کو مانگ لیجیے:

اس دور میں اللّٰہ سے

مال مانگنے والے بڑے

کاروبار مانگنے والے بڑے

گھر بار مانگنے والے بڑے

خوبصورت بیوی مانگنے والے بڑے

اونچے عہدے مانگنے والے بڑے

لیکن آج کے دور میں اللّٰہ سے اللّٰہ کو مانگنے والے بہت تھوڑے ہیں۔لہٰذا ہم اپنی دعاؤں میں اللّٰہ رب العزت سے اللّٰہ کو مانگا کریں۔ہمیں اس بات کی تعلیم بھی دی گئی ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْكَ

”اے اللّٰہ! میں آپ سے آپ ہی کو چاہتا ہوں“

آپ کی محبّت چاہتا ہوں، آپ کی رضا چاہتا ہوں، آپ کی لقا چاہتا ہوں۔یہ اللّٰہ کی محبّت بھی بڑی چیز

ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

یہ کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ بندے کے اعمال کے اندر چاشنی آجاتی ہے۔ پھر زندگی کے اندر ایک جذبہ اور سوز پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر انسان عبادت کرتے ہوئے تھکتا نہیں، اپنے مولیٰ کو یاد اسے تھکاتی نہیں، بلکہ مولیٰ کی یاد تو اسے سکون دیتی ہے۔ اسے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے ہم بھی اللہ رب العزت کے ساتھ شدت کے ساتھ محبت کریں۔ ایسی محبّت کہ جب اذان کی آواز سن لیں تو پھر نماز پڑھے بغیر چین نہ آئے۔ ایسی محبّت ہو کہ ہم ایک نماز پڑھیں تو ہمیں دوسری نماز کا انتظار شروع ہو جائے۔

ملاقات کے لیے نفلوں کا بہانہ:

میرے دوستو! اللہ والے اللہ تعالیٰ سے اتنی محبّت کرتے ہیں کہ پانچ نمازوں سے ان کی محبّت کا جذبہ ٹھنڈا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے نفلوں کا بہانہ بناتے ہیں۔ چنانچہ پانچ نمازیں پڑھنے کے علاوہ وہ اشراق بھی پڑھ رہے ہوتے ہیں، چاشت کی نماز بھی پڑھتے نظر آتے ہیں، اوّابین کے نفلوں میں بھی اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو رہے ہوتے ہیں اور پھر تہجّد کا وقت تو ان کا خاص وقت ہوتا ہے، وہ اس وقت میں بھی اپنی جبینِ نیاز اپنے پروردگار کے سامنے جھکا رہے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنا ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں گزارنے میں مزا آتا ہے۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کرنا:

اللہ تعالیٰ کی ایسی محبّت کیسے پیدا ہوگی؟ محبّت والوں کے پاس بیٹھ کر پیدا ہوگی۔ جو لوگ کمپیوٹر کا بزنس کرتے ہیں، اگر کوئی بندہ چند دن ان کی صحبت میں بیٹھ جائے تو اس کا دل کمپیوٹر کا بزنس کرنے کو چاہے

گا۔ اگر کپڑے کا کاروبار کرنے والوں کے پاس بیٹھ جائے تو کپڑے کا کاروبار کرنے کو دل چاہے گا۔ اسی طرح جو اللہ سے محبّت کرنے والوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اس کا دل بھی اللہ سے محبّت کرنے لگ جاتا ہے۔

ہمارے حضرت مرشد عالمؒ رحمۃ اللہ علیہ پوچھا کرتے تھے:

کپڑا کس سے ملتا ہے؟...... کپڑے والوں سے

سبزی کس سے ملتی ہے؟...... سبزی والوں سے

برف کس سے ملتی ہے؟...... برف والوں سے

دودھ کن سے ملتا ہے؟...... دودھ والوں سے

پھر پوچھتے:

اللہ کن سے ملتا ہے؟...... اللہ والوں سے

ان کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ ملتا ہے

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ ملنے والوں سے راہ پیدا کر

خانقاہیں...... یا...... عشق کی دکانیں:

ایک مرتبہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: مولانا! کیا تم نے کبھی عشق کی دکانیں دیکھی ہیں؟ مولانا پہلے تو سوچتے رہے۔ پھر کہنے لگے: حضرت! میں نے عشق کی دکانیں دیکھی ہیں۔ انہوں نے پوچھا کون سی؟ کہنے لگے: ایک تو شاہ آفاقؒ رحمۃ اللہ علیہ کی۔ وہ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے۔ اور ایک شاہ غلامی علی دہلویؒ رحمۃ اللہ علیہؒ کی۔ وہ بھی نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ والوں کی جگہیں عشقِ الٰہی کی دکانیں ہوتی ہیں۔غم زدہ لوگ ان اللہ والوں کی خدمت میں آتے ہیں اور عشق الٰہی کی پڑیا لے کر چلے جاتے ہیں اور ان کے دلوں کو سکون مل جاتا ہے۔

کائنات کی تمام لذتوں کا کیپسول:

یہ عشق کی پڑیا بھی عجیب چیز ہے۔اللہ کا نام کائنات کی تمام لذتوں کا کیپسول ہے۔جیسے بندہ کیپسول کھاتا ہے تو شفا مل جاتی ہے اسی طرح اللہ کا نام لینے سے بھی بندے کو روحانی شفا مل جاتی ہے۔بس جو بندہ یہ کھانا سمجھ گیا اس کو سب لذتیں نصیب ہو گئیں۔ان کو اللہ تعالیٰ نام لینے میں مزا آتا ہے، کیونکہ اللہ کے نام کا اپنا مزا ہوتا ہے۔

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے عاشقوں کا مینا اور جام ہے

ان کو یوں مزا آتا ہے

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ہست نام شیر و شکر می شود جانم تمام

جب میں اللہ اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے اس ''من'' میں یوں مٹھاس آجاتی ہے جیسے دودھ کے اندر چینی کے مل جانے سے دودھ میں مٹھاس آجایا کرتی ہے۔

محبتِ الٰہی کے حصول کے لیے ایک مقبول دعا:

محبّت الٰہی کی اس نعمت کو اللہ کے محبوب ﷺ نے بھی اللہ سے مانگا۔چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السّلام دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّكَ

''اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبّت کا سوال کرتا ہوں اور جو آپ سے محبّت کرنے والے ہیں، میں

ان سے بھی محبّت کا سوال کرتا ہوں اور جو اعمال آپ کی محبّت تک پہنچانے والے ہوں، میں ان کی بھی محبّت کا سوال کرتا ہوں۔‘‘

اللہ کی بھی محبت مانگی، اللہ والوں کی بھی محبّت مانگی اور ایسے اعمال کی بھی محبت مانگی جو اللہ تعالیٰ کی محبّت تک پہنچانے والے ہوں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنی ذات سے سچی پکی محبّت کرنے والا بنا دے۔

(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ